ماورالنہر اور یوگو سلاویہ میں مذہب کا سیاسی استعمال

ایوان آئیو کو وچ☆

ماورالنہر کی لیبارٹری

قفقاز کے مربوط زون میں مذہب نے روایتی طور پر مختلف ثقافتی اور سیاسی فاصلوں کی حد بندی کی ہے۔ سترہویں صدی سے چرچ بتدریج روسی ریاست کی بیوروکریسی کے تسلط میں آتا گیا اور اس نے غیر روسی علاقوں میں ریاستی توسیع پسندی کے کردار میں مدد کی۔ یہ ریاست میں مدغم ہو گیا اور سیاسی نظریے کے لیے ایک آلہ کار کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ زار اور 'مقدس روس' دونوں ہی کو عوام پر حکومت کے 'مقدس حقوق' حاصل تھے۔ حتیٰ کہ عثمانی سلطنت میں تمام عیسائیوں کی حفاظت بھی ان کے ذمہ تھی۔ قفقاز کو زیر نگین کرنے کے دوران ایرانی اور عثمانی مسلمانوں کے خلاف مقامی عیسائی آرمینیوں اور جارجیوں سے گٹھ جوڑ کے لیے ''تحفظ کارڈ'' استعمال کیا گیا۔

خانہ جنگی کے بعد جب سوویت طاقت کو استحکام حاصل ہو گیا تو ہر یہ ریاست نے تمام چرچوں کو عوام کی رسائی سے باہر کر دیا اور اس نے تمام حفظ مراتب اور اداروں کو پوری طرح اپنے کنٹرول میں کر لیا۔ تاہم مذہب کے بارے میں ریاستی پالیسی میں وقت کے ساتھ تبدیلی آئی۔ یہ عمومی طور پر بردباری پر مبنی تھی۔ سوائے ۱۹۳۰ء کی دہائی میں جب انتہا درجے کے فسادات کا مظاہرہ کیا گیا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران روسی آرتھوڈکس چرچ کو جنگی کوششوں میں ہاتھ بٹانے کے لئے کہا گیا تو پالیسی میں پھر نرمی آئی۔ جنگ کے بعد اسے ایک بار پھر ریورس گیئر لگا۔ خروشیف کے دور میں سٹالن کے اثرات کو ختم کرنے کی شدید کوشش ہوئی اور برژنیف نے اپنے 'میچور سوشلزم' کے تحت مختلف مذاہب کے مذہبی رہنماؤں کو پراپیگنڈہ مہم کے لئے استعمال کیا۔ چرچوں نے عوام میں اپنے کردار کو سختی کے ساتھ محدود کر لیا۔ یہ گورباچوف کا

☆Ivan Ivekovic , "The Political Use and Abuse of Religion in Transcaucasia and Yugoslavia," *Comparative Studies of South Asia, Africa and the Middle East,*" XVII:1 (1997) PP.26-31 (تلخیص: سجاول خان رانجھا)

پرسٹرائیکا اور گلاس ناسٹ ہے، جس سے انہیں ریاست کے سائے سے باہر آنے کا موقع ملا۔ آج جبکہ روس سوویت ورثے کی جابرانہ دہریت سے باہر نکل رہا ہے، مذہب ایک بار پھر اہم سیاسی کردار ادا کرنے پر آمادہ ہے۔ یہی بات سوویت یونین کی جانشین تمام ریاستوں کے لئے بھی بجا ہے۔

سوویت آذربائیجان اور شمالی قفقاز کے علاقے دو مختلف سرکاری اسلامی اوقاف کی نگرانی میں تھے۔ جن کا کام یہ تھا کہ وہ ان دو خطوں کی مسلمان آبادی کی مذہبی زندگی کو کنٹرول کریں، جو روایتی طور پر مشرق وسطیٰ کی مسلم دنیا کے ساتھ منسلک تھی۔ اوقاف کے مفتی حضرات کو کریملن والے بیرون ملک سوویت یونین کی حمایت کے لئے بھی استعمال کرتے تھے۔ سوویت یونین کے قائم کردہ چار اوقاف میں سے ایک باکو کا اوقاف اس لحاظ سے منفرد تھا کہ اس نے آذربائیجان میں شیعہ اور سنی فرقوں کو یکجا کر دیا اور وہ کسی ظاہری کشیدگی کے بغیر بقائے باہمی کے تحت رہ رہے ہیں۔

تاہم غیر سرکاری اسلام، جسے صوفیوں نے قائم کیا اور اپنے تعلقات کے ذریعے جس کا جال پھیلا رکھا تھا، تابعدار مذہبی اسٹیبلشمنٹ کے کنٹرول سے بچا رہا۔ مذہبی اسٹیبلشمنٹ پر الزام تھا کہ وہ عقیدہ کے بنیاد اصولوں سے غداری کر رہی ہے۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ ۱۹۷۹ء میں ایران میں شیعہ بنیاد پرستی پر مبنی جو اسلامی انقلاب برپا ہوا اس کے قفقاز کی سنی آبادی کے لئے کم ہی مضمرات برآمد ہوئے۔ اس کے برعکس سوویت آذربائیجانی آبادی کا شیعہ طبقہ ایران میں اپنے ہم وطن آذربائیجانیوں کے خلاف قید و بند کی کارروائیوں سے بھڑک اٹھا۔ حتیٰ کہ یہ اطلاع بھی آئی کہ سوویت یونین نے ایرانی آذربائیجانی پناہ گزینوں کے لئے اپنی سرحدیں کھول دی ہیں۔ گورباچوف کی اصلاحات کے بعد زیر زمین صوفیوں کی تنظیم منظر عام پر آگئی۔ چیچنیا میں نقشبندی طریقہ جنرل دودائیف اور امام شامل کے علیحدہ پراجیکٹ سے وابستہ ہے۔

یوگوسلاویہ کی لیبارٹری

یوگوسلاویہ کے خطے میں تین مذاہب نے بڑا سماجی کردار ادا کیا ہے۔ یہ مذاہب ماضی میں اور اب بھی مختلف نسلی قومی منصوبوں سے تعلق رکھتے ہیں مشرقی اور مغربی عیسائیت کے درمیان فرنٹیئر لائن خطے کو اندازاً دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ اس میں بوسنیا ہرزیگووینا اور سنزاک (Sandzhak) میں مسلم سلاوی، کوسوو میں نسلی البانوی اور مقدونیہ میں نسلی البانوی پولش اور ترک مسلمانوں کی بھاری بھرکم موجودگی ہے۔

سربیائی آرتھوڈکس چرچ نے عثمانی دور میں اپنی مذہبی خود مختاری کو محفوظ رکھا اور اس نے گذشتہ صدی میں سربیائی نسلی قومی منصوبے کی تشکیل میں مرکزی کردار ادا کیا۔ پہلی جنگ عظیم سے قبل سربیا نے فی الحقیقت اپنے کو ایک مذہبی ریاست میں ڈھال لیا۔ حالانکہ اس نے بتدریج بہت سے ایسے علاقے بھی اپنے ساتھ ملائے، جن میں غیر سرب اور مسلمان رہتے تھے۔ جنگ بلقان کے بعد مقدونیہ کے سلاوی اس کی عملداری میں آگئے اور انہیں 'جنوبی سرب' کا نام دیا گیا۔ مونٹی نیگرو آرتھوڈکس چرچ پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر سربوں، کروٹوں اور سلاویوں پر مشتمل نئی تشکیل شدہ ریاست میں مدغم ہونے کے بعد اپنی مذہبی خود مختاری کھو بیٹھا۔ صورت حال اس وقت بھی تبدیل نہیں ہوئی، جب کمیونسٹوں نے ۱۹۴۵ء میں اقتدار سنبھالا اور انہوں نے یوگو سلاوی وفاق میں مونٹیگرین ریاست کی تشکیل کی۔ مونٹیگرین ریاست کی تشکیل کا 'الزام' اپنے سر لیتے ہوئے کمیونسٹوں نے مذہبی حیثیت کو حال کرنے کی کوشش نہیں کی اور غالباً اسی باعث انہوں نے مقدونیہ آرتھوڈکس چرچ میں مداخلت نہیں کی۔ جس نے سربین چرچ سے علیحدگی کی اور ۱۹۶۷ء میں مقامی کمیونسٹ حکام کے سرگرم تعاون سے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔

مقدونیہ آرتھوڈکس چرچ کی خود مختاری جس میں اس کا اپنا حفظ مراتب کا نظام تھا، کو سربیائی اور دیگر آرتھوڈکس چرچوں کی طرف سے کبھی بھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ یہ یوگو سلاوی وفاق میں پوشیدہ کشمکش کا باعث بن گیا اور جلد ہی اسے ذرائع ابلاغ کی جنگ میں نمایاں حیثیت حاصل ہو گئی۔ سربین آرتھوڈکس چرچ کو میلا سووچ کی سیاسی حکمت عملی میں اہم کردار دیا گیا، حتیٰ کہ یوگو سلاوی وفاق کے خاتمے سے پہلے سربیائی آرتھوڈکس چرچ نے 'شہنشاہ' لازار کے زمینی خطوں پر مشتمل ایک 'عظیم تر سربیا' کو نشان زد کیا۔ لازار ایک دیومالائی شخصیت ہے، جو ۱۳۸۹ء میں ترکوں کے ساتھ کوسوو کی جنگ میں مارا گیا۔ اسے سربوں نے مقبول عام تصور کا حصہ بنا دیا۔ آرتھوڈکس چرچ نے اسے آگے بڑھایا اور اسے سربیائی قومی احیا اور علاقائی توسیع پسندی کے لئے گذشتہ صدی میں نئے سرے سے کھڑا کیا۔

جہاں تک بوسنیائی مسلمانوں کا تعلق ہے، یاد رہے کہ وہ غالباً بوسنیا ہرزیگووینا میں سب سے زیادہ سیکولر نسلی قومی گروپ ہے۔ 'مسلم' کا قدرے گمراہ کن نام مذہبی سے زیادہ ثقافتی اہمیت کا حامل ہے۔ اسے اس لئے ترجیح دی جاتی ہے کہ 'بوسنیک' نام کے استعمال سے یہ طے پاتا ہے کہ بوسنیا صرف ان کی قومی علامت ہے نہ کہ مقامی سربوں اور کروٹوں کا مادر وطن بھی۔ مسلمانوں کی لادینیت کے پہلو کی کئی امکانی وضاحتیں ہیں، یہاں صرف دو کی نشاندہی کی

جاتی ہے۔ پہلی یہ کہ ان کی اکثریت شہری علاقوں میں نسلی مذہبی ملی جلی فضا میں رہتی ہے۔ چونکہ وہ شہروں میں رہتے ہیں اس لیے انہوں نے کمیونسٹ جدیدیت سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا۔ دوسری وجہ یہ کہ وہ تقریباً ۱۰۰ سال تک مسلم دنیا سے جسمانی اور ثقافتی لحاظ سے کٹے رہے۔ یہ خالصتاً اتفاق کی بات نہیں ہے کہ مسلمانوں کے علاقے میں آرتھوڈکس اور کیتھولک عیسائیوں کے زیادہ تر چرچ ابھی تک وہاں ہیں، جبکہ سربیا یا کروشیا میں واقع اکثر مساجد کو اڑا دیا گیا ہے۔ تاہم مسلمانوں پر مسلط کردہ جنگ، جس میں وہ سب سے بڑا نشانہ تھے، نے مسلمانوں کے رویوں کو بتدریج تبدیل کر دیا۔

ہم بوسنیا میں تینوں نسلی قومی شناختوں کی لادینیت کے خاتمے کے عمل کو دیکھ رہے ہیں۔ مسلمان اس میں استثنیٰ نہیں ہیں، بوسنیا ہرزیگووینا کے صدر عزت بیگووچ نے اپنے سیاسی کیریئر کا آغاز بطور ایک اسلامی مفکر کے کیا۔ کمیونسٹ حکام نے ان کی دانشورانہ اور سیاسی سرگرمیوں کو لائق تعزیر قرار دیا۔ انہیں ۱۹۴۹ میں غیر قانونی 'نوجوان مسلم تنظیم' کے ساتھ وابستگی کے جرم میں پانچ سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ جبکہ ۱۹۸۳ء میں ۱۲ دیگر مسلم دانشوروں کے ساتھ انہیں ۱۴ سال کی سزائے قید سنائی گئی۔ وہ پیشے کے اعتبار سے وکیل ہیں اور انہوں نے ۱۹۸۴ء میں ''اسلام مشرق اور مغرب کے درمیان'' ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے مودودی اور قطب 'نیو بنیاد پرستوں' کے خطوط پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

وہ اپنی کتاب میں ایک ایسے اسلامی معاشرے کے قیام کی بات کرتے ہیں، جس کے اپنے قوانین ہوں، جس میں مسلمان اکثریت میں ہوں اور جس میں اقلیتیں 'محفوظ اقلیتیں' ہوں، نہ کہ مکمل شہری۔ جب بوسنیا میں اجتماعیت کو متعارف کرایا گیا، تو وہ ڈیموکریٹک ایکشن پارٹی (SDA) کے بانی ارکان میں سے ایک تھے۔ اس جماعت نے ایک ماڈریٹ اور سیکولر پبلک پروگرام پیش کیا اور اس طرح مسلمانوں کی اکثریت کے ووٹ حاصل کیے۔ جنگ کے ستائے ہوئے لوگ روحانی تسکین کے لیے تیزی سے مذہب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نسل کشی کے خطرے سے دوچار بوسنیائی مسلمانوں نے بھی یہی کچھ کیا۔ بوسنیا ہرزیگووینا میں تمام مذاہب کو سیاسی رنگ دے دیا گیا ہے تاکہ ایک دوسرے کے مخالف نسلی قومی منصوبوں کو جواز فراہم کیا جاسکے۔ مسلمان غالباً اس طرز عمل کی پیروی کرنے والے آخری لوگ تھے۔ ایس ڈی اے کے اندر ایک بنیاد پرست گروپ نے جنم لیا ہے اور اس نے سیاسی لحاظ سے اثر و نفوذ حاصل کر لیا ہے۔ اس کے اثر و نفوذ کی ایک وجہ وہ اجارہ داری ہے جو اس نے اسلامی دنیا سے آنے والی غیر سرکاری امداد پر قائم کر رکھی ہے۔